نام: عبدالرحمٰن یونس ملاجی

کالج: ایم-ایم جگتاپ کالج، مہاڈ، رائیگڈھ

مضمون: علامہ اقبال کی علمی وادبی خدمات

جماعت: BA.THIRD YEAR

سال: ۲۰۲۳-۲۰۲۴

علامہ اقبال کی علمی و ادبی خدمات

اکائی کے اجزا

۱	تمہید
۲	مقاصد
۳	اقبال کی علمی و ادبی خدمات
۴	اردو شعری کارنامے اور ان کا مختصر تعارف
۵	فارسی شعری کارنامے اور ان کا مختصر تعارف
۶	نثری کارنامے اور ان کا مختصر تعارف
۷	اعزازات
۸	اکتسابی نتائج
۹	کلیدی الفاظ
۱۰	تجویز کردہ اکتسابی مواد

ا۔ تمہید

علامہ اقبال ان برگزیدہ اور جلیل القدر ہستیوں میں سے ہیں جن کی یاد قیامت تک دل کی دھڑکنوں میں رچی بسی اور کروٹیں لیتی رہے گی۔انہوں نے مشرق کے تن مردہ کو زندگی کی حرارت سے ہمکنار کرنے کے لیے اپنی تمام تر زندگی وقف کر دی۔برصغیر کی فکری وفنی ، ادبی اور سیاسی تاریخ میں انہوں نے انمٹ نقوش چھوڑے اور نئی جہتیں متعین کی ہیں۔انہوں نے اردو زبان و ادب کو اپنی تخلیقات سے مالا مال کیا اور اسے بڑی بننے اور دنیا کے مہذب زبانوں میں کھڑی ہونے کے قابل بنایا۔وہ بیک وقت ایک کامیاب شاعر بھی تھے اور اعلیٰ پایہ کے فلسفہ دان اور مفکر بھی۔انہوں نے بحیثیت شاعر کے شاعری سے جو کام لیا ہے اس کی نظیر بر صغیر کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔اقبال جتنی قدرت اردو و فارسی پر رکھتے تھے اتنی ہی دسترس ان کو انگریزی پر بھی حاصل تھی۔اقبال کے کلام میں جو ثروت افکار ہے، وہ عدیم المثال اور مشرق و مغرب کے بہترین اور بلند ترین افکار کا وارث ہے اقبال نے اس ورثے کو صرف پیش ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس میں گراں قدر اضافے بھی کیے۔ان کے خدمت کا بین ثبوت ان کا گراں قدر اور وافر سرمایہ ہی ہے جو خطبات ، مضامین، تقاریر ، بیانات بخطوط اور شاعری کی لافانی کتب کی صورت میں ملتا ہے یہ سرمایہ بلا شبہ ایک امانت ہے۔اقبال شعور ، فکر، عرفان علم اور عمل کا ایک بحر بیکراں اور وقت اور امت کا وہ قیمتی اثاثہ ہیں جسے ہر دور اپنے دامن میں سجا کر اپنی قدرو قیمت بڑھاتا رہے گا۔یہی وجہ ہے ان کی حیات ، شاعری ، تصورات و نظریات کی توضیح اور تعمیر پر دنیا بھر میں ایک عظیم الشان ذخیرہ کتب وجود میں آچکا ہے۔مطالعہ وجود میں ہے۔مطالعہ اقبالیات کو اردو زبان وادب میں اب ایک با قاعدہ مستقل شعبے کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔

۲۔ مقاصد

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

☆ اقبال کی علمی وادبی خدمات پر روشنی ڈال سکیں۔

☆ اقبال نے شاعری اور نثر کے ذریعہ جو بے مثل خدمات انجام دی ہیں اس کو بیان کر سکیں۔

☆ اقبال نے اردو شاعری کو زندگی کے حقائق کا ایک وسیلہ بنایا اور اردو شاعری کا مزاج بدل دیا اس پر روشنی ڈال سکیں۔

☆ اقبال نے اپنی اردو اور فاری شاعری کے علاوہ نثر میں بھی جو باقاعدہ بیش بہا سرمایہ چھوڑا ہے اس کو بیان کر سکیں۔

۳۔ اقبال کی علمی وادبی خدمات

علامہ اقبال اردو وفاری کے ایسے شاعر ہیں، جن کا شمار دنیا کے عظیم شاعروں میں کیا جاتا ہے۔ فاری، انگریزی، اردو، عربی کے علاوہ انہیں جرمن زبان پر بھی اچھی دسترس حاصل تھی۔مضامین میں تاریخ تصوف علم الکلام، فلسفہ، اسلامیات، سیاست، قانون اور عمرانی علوم سے انہیں گہری دلچسپی تھی۔ اقبال اردو شاعری میں ایک ایسے دور کے موجد ہیں جس کا بڑا وصف رفعت خیال اور فلسفیانہ بلند آہنگی ہے۔وہ جس طرح اپنے عہد کی صداقت شعارانہ پیداوار ہیں اسی طرح فکر وسخن کی تاریخ میں ایک نئے عصر کے معمار ہیں۔انہوں نے اس نکتہ کو سمجھ لیا تھا کہ اپنے افکار وخیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے شاعری سے بڑھ کر کوئی دل کش اور پر اثر ذریعہ نہیں ہو سکتا ہے اس لیے انہوں نے شاعری کو اپنا ترجمان بنایا۔اقبال کے کلام کی سب سے منفرد خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری کا خمیر قرآن وحدیث سے حاصل کیا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی بعض نظمیں دیگر مفکرین کی شاعری کی عکاسی کرتی ہیں مگر مجموعی طور پر ان کی شاعری اسلامی فکر سے اپنا مواد حاصل کرتی ہے۔اسلامی فکر میں ہمہ گیریت اور ہمہ عصریت کا پہلو پایا جاتا ہے اس لیے اقبال کی شاعری میں بھی یہی عناصر موجود ہیں۔ اقبال کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ان کی عصر شناس فکر نے نہ صرف عالمی دانشوروں کو اپنے مطالعے

کا موضوع بنایا بلکہ اس کو نئی منزلوں کا شعور بھی دیا۔ کہ فکر اقبال کی قوی و جری آواز نے نہ صرف اردو و فارسی کی لسانی آبادیوں سے داد و تحسین وصول کی بلکہ اس گونج پورے عالمی ادب میں سنائی دینے لگی۔ انہوں نے ادب کے بڑے بڑے ماہرین کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ مروجہ موضوعات ، فرسودہ حکایات پامال روشوں سے ہٹ کر بھی ایک نئے نظام فکر و فن کا امکان ہے۔ جس کے نغمے انسانیت کے غم کا مداوا ہوں، جس کے آہنگ سے زندگی میں سوز و گداز پیدا ہو اور جس سے انسان اپنے مقام و مرتبے اور منزل کا تعین کر سکے۔ زمانے کی بے ہنگم تمدنی رفتار پر قابو پا سکے اور انجام کار ایک ایسے جہان نو کی تعمیر کر سکے جو ایک ایسے نظریہ حیات پر استوار ہو جو اصلاً تخلیق کائنات کی غایت بھی ہو اور انبیاء کی دعوت خیر بھی اس میں شامل ہو۔

ہم سب اس چیز سے بخوبی واقف ہیں کہ اقبال کی زندگی میں یورپ کا سفر ایک اہم موڑ ہے۔ اس سفر سے پہلے وہ صرف مشرقی ادبیات اور شخصیات سے واقف تھے لیکن یورپ سے واپسی کے بعد ان کی زندگی کا مقصد تبدیل ہو گیا۔ اس دور نے اقبال کے ذہنی اور فکری ارتقاء میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یہاں سے ان کی فکر میں وسعت اور دل میں ایک عالمگیر اخوت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ وہ خود اس چیز کا اعتراف کرتے ہیں کہ:

حکمت مشرق و مغرب نے سکھایا ہے مجھے
ایک نکتہ کہ غلاموں کے لیے ہے اکسیر

دین ہو، فلسفہ ہو، فقر ہو سلطانی ہو
ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر

حرف اس قوم کا بے سوز عمل زار و زبوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر!

یورپ میں قیام کے دوران اقبال نے مغربی سیاست اور مغربی تہذیب کا قریب سے مشاہدہ کیا اور اس کے نتیجے میں وہ وطنیت کے نظریے کو غیر اسلامی اور انسانیت کے لیے مضر سمجھنے لگے۔ وہ ایک ایسی عالمگیر جمیعت کا تصور ڈھونڈنے لگے، جس میں سب کے لیے اخوت و ہمدردی اور عدل و انصاف ہو اور یہ تصور انہیں اسلامی تعلیمات میں نظر آیا۔ اپنے علمی و ادبی تبحر ہی سے اقبال نے مشرق کے فکری نظام کو جمود سے بچانے کے لیے فکری کوششیں کیں۔ اپنے متحرک افکار و نظریات سے تمام زندہ دل انسانوں میں خود اعتمادی اور جذبہ عمل بیدار کیا۔ ان کے کلام میں عشق کی روایتی داستان اور ہجر کے صدموں کا بیان نہیں بلکہ اس میں فلسفیانہ افکار اور قومی ہمدردی کے جذبات ملتے ہیں۔ انہوں نے مشرق و مغرب کے علم و دانش اور فلسفوں میں اعلیٰ قدروں کی تلاش اور جستجو جاری رکھی۔ اقبال نے اپنے گردو پیش کی دنیا کا بغور جائزہ لے کر مشرق و مغرب کے نظریات پر تنقیدی نگاہ ڈالی اور اس کی خامیوں اور ناکامیوں کو اجاگر کیا۔ مشرقی اور مغربی فکر و دانش کی کمزوریوں کو واضح کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے

یہاں ساقی نہیں پیدا وہاں بے ذوق ہے صہبا

اقبال حیات انسانی اور اس کے ارتقائی عمل کے لیے ایک حرکی اور مکمل لائحہ عمل بنانے کا خواب دیکھتے رہے۔ اور انسان کو بلندی سے ہم کنار کرنے کی فکر کرتے رہے۔ اس کے لیے انہوں نے شاعری کو ذریعہ بنایا۔ ان کی شاعری روح کو تڑپانے والی اور قلب کو گرمانے والی شاعری ہے۔ اقبال کے فکری نظام میں خودی، بے خودی، عشق، عمل، مرد مومن وغیرہ تصورات کی بڑی اہمیت ہے۔ انہوں نے نثر میں بھی بیش بہا سرمایہ چھوڑا ہے جو اقبال کی مفکرانہ اور شاعرانہ عظمت سے صحیح طور پر آشنا ہونے کا ایک اہم وسیلہ اور اقبال کی عظیم شخصیت کا آئینہ ہے۔ علامہ اقبال نہ صرف ایک شاعر تھے بلکہ ایک مفکر، مصلح قوم، اخوت کے پیکر اور دانائے قوم بھی تھے، جس کے لیے انہیں ”سر حکیم اور علامہ جیسے خطابات سے نوازا گیا۔ علامہ اقبال کے اثر سے اردو و فارسی شاعری کی فکری دنیا میں ایک انقلاب آفرین تغیر رونما ہوا۔ انسانی زندگی کے بنیادی مسائل کو شعر کے سانچے میں ڈھال کر اردو و فارسی شاعری کو اپنی فکر سے بلند کیا۔ تصور خودی، بے خودی، مرد مومن عقل و عشق، زمان و مکاں۔ عظمت انسانی اور قوم و ملت کی سر بلندی جیسے تمام موضوعات ان کی شاعری میں شامل ہیں۔ اقبال کی غزلوں نے روایتی موضوعات کو ایک نئے موڑ تک

پہنچایا۔ انہوں نے غزل کے دوراز کار اور فرسودہ مضامین کو ایک طرف رکھ کر ایک نئے جہاں کو دریافت کیا۔ انہوں نے اپنی غزلوں میں فلسفیانہ تصورات کو دلکش زبان میں پیش کر کے ایک نئی روایت کی بنیاد ڈالی۔ موضوع لہجہ اور زبان و بیان کے اعتبار سے ان کی غزلیں سب سے مختلف نظر آتی ہیں۔ خودی، عشق و عقل، زمان و مکاں، جہد عمل ، قوموں کے عروج وزوال ہمشرق و مغرب میں قومی اور بین الاقوامی حالات پر تبصرہ، تاریخ انسانی پر تنقید اور فلسفہ و حکمت سے متعلق موضوعات اقبال کی غزلوں کو دوسرے شعراسے الگ کرتے ہیں۔ انہوں نے غزل کی مرکزی فکر کو فطرت اور کائنات سے جوڑا۔ اقبال کے بعد غزل میں اتنی وسعت پیدا ہوگئی کہ اس نے حقائق کی عکاسی ہو یا عصری معنویت ہو ہر ایک میدان کو اپنے اندر سمولیا۔ انسان، خدا، کائنات اور فطرت یہ تمام کے تمام موضوعات آج غزل میں موجود ہیں۔ انہوں نے انسان کو آزادی، عزت اور خودداری کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی تعلیم اپنی غزلوں کے ذریعے دی ہے۔ قرآن اور عشق رسول کا اقبال کی شاعری اور زندگی پر اثر ہوا۔ ان دونوں موضوعات کا اقبال کی شاعری میں جگہ جگہ ذکر ملتا ہے۔ ان کی شاعری پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق روح کی گہرائیوں اور وجدان والہام کی ان مخفی قوتوں سے ہے، جو انسانی دسترس سے باہر ہیں۔ اقبال کی انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کو نئے آہنگ اور نئے اسلوب سے ہم کنار کیا۔ یہ وصف ان کی فن کارانہ عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ خودی کا مضمون جو ان کے خاص نظریہ حیات کی پیداوار ہے وہ اس سے پہلے کی شاعری میں بہت کم نظر آتا ہے اسی طرح وہ استعارات، تشبیہات، علامات و کنایات اور تلمیحات جو ان کی شاعری میں خاص مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں وہ اور اس مقصد کی تکمیل کا ذریعہ بنی ہیں جو ان کی شاعری کا بنیادی وصف اور جوہر ہے۔ علامہ اقبال اردو شاعری کے وہ آبدار گوہر ہیں جس کی چمک نے کئی نسلوں کو متاثر کیا ہے۔ ان کی فکر ان کے موضوعات اور ان کے فن کی کوئی حد نہیں۔ انہوں نے اردو شاعری کے رخ کو موڑ دیا اور زندگی کے حقائق کے اظہار کا ایک وسیلہ بنایا، اقبال کی شاعری نے اردو شاعری کا مزاج بدل دیا۔ اس میں بے چارگی، اداسی اور محرومی کا جو انداز تھا اس کی جگہ توانائی، امنگ اور ولولہ پیدا کیا۔ ان کا کلام حریت کا آئینہ دار ہے اور شاعری کی تاریخ میں شاید ہی کوئی دوسرا شاعر ہو جس نے شعوری طور پر اپنے زمانے کو متاثر کیا ہو ان کی شاعری بلاشبہ عہد آفریں شاعری ہے۔ غرض اقبال نے جس طرح علمی وادبی موضوعات پر قلم اٹھایا ہے وہ قابل قدری نہیں بلکہ دستاویزی

حیثیت رکھتے ہیں۔اس حوالے سے یہاں ان کے دونوں زبانوں کے شعری ونثری کارناموں کا مختصر جائزہ پیش کرنا ضروری ہے۔علامہ اقبال کے اردو کے چار شعری مجموعے ہیں۔بانگ درا،بال جبریل،ضرب کلیم،ارمغان حجاز

۴ اردو شعری کارنامے اور ان کا مختصر تعارف

بانگ درا:

علامہ اقبال کا پہلا اردوشعری مجموعہ ہے جو ستمبر ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا۔اسکا دیباچہ شیخ عبدالقادر نے لکھا ہے۔اس مجموعہ کی پہلی نظم کا نام "ہمالہ" ہے اور آخری نظم "طلوع اسلام "ہے۔بانگ درا کی سب سے مختصر نظم ساقی ہے جو تین اشعار پر مشتمل ہے۔بانگ درا تین حصوں میں تقسیم ہے۔پہلے حصے میں آغاز سے ۱۹۰۵ء تک کا کلام ہے ، دوسرے حصے میں ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک کا کلام درج ہے اور تیرے حصے میں ۱۹۰۸ء کے بعد کا کلام موجود ہے۔

بانگ درا میں شامل چند نظموں کے نام ہیں : ہمالہ ، شمع و پروانہ، عقل و دل، ایک پہاڑ اور گلہری ، ماں کا خواب ، ایک آرزو، سید کی لوح تربت ، انسان اور بزم قدرت ، شاعر ، دل، ہندوستانی بچوں کا قومی گیت ، نیا شوالہ ، التجائے مسافر ،طلبہ علی گڑھ کالج کے نام، پیام عشق، جلوہ حسن ، حسن وعشق بلاد اسلامیہ ،ترانہ ملی، شمع و شاعر، شکوہ، جواب شکوہ ، شیکسپیر ، خضر راہ طلوع اسلام وغیرہ۔

بال جبریل:

یہ اقبال کا مقبول ترین دوسرا شعری مجموعہ ہے جو پہلی بار ۱۹۳۵ ء میں شائع ہوا۔بال جبریل کا مطلب ہے جبریل کا پر۔اس کی ابتدا بھرتری کے خیال پر مبنی اس شعر سے ہوتی ہے:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

اس مجموعے کے دو حصے ہیں۔پہلے حصے کے آغاز میں غزلیں ہیں، دوسرے حصے میں نظمیں ہیں۔ اقبال کی مشہور نظم " ساقی نامہ " جسے بال جبریل کا دل کہتے ہیں ، اس مجموعہ میں شامل ہے۔اس کے علاوہ کچھ قطعات بھی شامل ہیں۔بال جبریل میں چند شامل نظموں کے نام ہیں۔ مسجد قرطبہ ، طارق کی دعا ، لینن خدا کے حضور میں ، فرشتوں کا گیت ، ذوق وشوق ، لالہ صحرائی ، ساقی نامہ، فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں، روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے، جبریل وابلیس ، مسولینی وغیرہ۔

ضرب کلیم:

یہ علامہ اقبال کا تیسرا اردو شعری مجموعہ جو ۱۹۳۶ میں شائع ہوا۔اس مجموعہ میں بہت سارے معاشرتی پہلووں پر بحث کی گئی ہے۔ خود اقبال اس کتاب کو دور حاضر کے خلاف اعلان جنگ کہتے ہیں۔یہ چھ عنوانات پر مشتمل ہے۔(۱) مشرق و مغرب (۲) ادبیات وفنون لطیفہ (۳) اسلام اور مسلمان (۴) عورت (۵) تعلیم و تربیت (۶) محراب گل افغان کے افکار۔اس میں شامل چند نظموں کے نام یہ ہیں۔ایک فلسفہ زدہ سید زادے کے نام ، اسلام ، عقل و دل، قلندر کی پہچان ، کافر و مومن، تقدیر، مکہ اور جنیوا، احکام الہی ، زمانہ حاضر کا انسان، سلطان ٹیپو کی وصیت، طالب علم حکیم نطشے، عورت ، آزادی نسواں ، عورت اور تعلیم ، شعاع امید، فنون لطیفہ، اشتراکیت ، کارل مارکس کی آواز ، ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام ، مسولینی ، لا دین سیاست ، جمعیت اقوام مشرق، جمہوریت۔

ارمغان حجاز:

یہ ایسا شعری مجموعہ کلام ہے جس کا تین چوتھائی حصہ فارسی زبان میں ہے اور باقی اردو زبان میں ہے۔یہ شعری مجموعہ اقبال کی وفات کے سات ماہ بعد نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ارمغان کے لفظی معنی تحفہ یا سوغات کے ہے اور "حجاز" جزیرۃ العرب کا شمال مغربی حصہ جس میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور طائف وغیرہ واقع ہیں۔دراصل علامہ اقبال نے ارمغان حجاز مدینہ منورہ کے شوق سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے بطور ہدیہ تیار کی تھی۔اس مجموعے میں شامل چند نظموں کے نام یہ ہیں۔ابلیس کی مجلس شوری ، بڑھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو، عالم برزخ ، حضرت انسان، دوزخی کی مناجات۔

۵ فارسی شعری کارنامے اور ان کا مختصر تعارف

علامہ اقبال فارسی میں شاعری کا با قاعدہ آغاز کرنے سے پہلے اردو شاعری میں نام پیدا کر چکے تھے۔اردو میں ان کی بعض مشہور نظمیں معرض وجود میں آچکی تھیں اور انہیں برصغیر کے طول و عرض میں شہرت و مقبولیت حاصل ہو چکی تھی۔اقبال کے اس دور کے اردو کلام پر غور کیا جائے تو یہاں پر فارسی کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں۔پھر دھیرے دھیرے ان کے یہاں فارسی میں شعر گوئی کا رجحان اس قدر ترقی کر گیا کہ ان کی وفات تک فارسی کے سات مجموعے جمع ہو گئے جب کہ اردو میں صرف چار مجموعے مرتب ہوئے۔ان کے کلام کے متعدد ترجمے کئی بین الاقوامی زبانوں میں کیے گئے۔چناں چہ ہم اقبال کی شاعری اور ان کی نثری خدمات کے حوالے سے ان کے ادبی سرمایے کا الگ الگ جائزہ لیں گے۔یہاں ہم علامہ اقبال کے فارسی شعری مجموعے (۱) اسرار خودی (۲) رموز بے خودی (۳) پیام مشرق (۴) زبور عجم (۵) جاوید نامہ (۶) پس چہ باید کرد اے اقوام شرق (۷)ارمغان حجاز کا مختصر جائزہ لیں گے۔

اسرار خودی:

یہ علامہ اقبال کی پہلی فارسی شعری تصنیف ہے اور سب سے پہلے شائع ہونے والا شعری کارنامہ بھی۔اسرار خودی ایک مثنوی ہے۔جو ۱۹۱۵ میں شائع ہوئی۔اس کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر نکلسن نے ان کی حیات میں ہی کیا تھا۔اس فارسی مثنوی کی وجہ سے اقبال کو عالمی شہرت ملی۔ڈاکٹر نکلسن کے ہی اس ترجمہ کی وجہ سے بین الاقوامی سطح پر ان کا تعارف ہوا۔پہلی مرتبہ اقبال نے اپنے مرکزی تصور "خودی" کو باضابطہ طور پر "اسرار خودی" کی صورت میں پیش کیا۔انہوں نے اس مثنوی کے لیے وہی بحر چنی جو ان کے مرشد مولانا رومی کی مثنوی کی ہے کیوں کہ اس بحر میں فکر کو سوز وساز کے ساتھ سمونے کی سہولت موجود ہے۔اپنے افکار کی توضیح کے لیے اقبال نے اس مثنوی میں تمثیل کا سہارا بھی لیا ہے۔

رموز بے خودی:

یہ فارسی زبان میں علامہ اقبال کی دوسری شعری تخلیق ہے، جو مثنوی کی ہیئت میں ہے۔یہ ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئی۔اس کو اقبال نے خودی پر کیے گئے اعتراضات کے جواب میں لکھا، جس میں انہوں نے انسان کی انفرادی عظمت کی بہ نسبت ملت کے باہمی ربط اور حقوق کی بات کی ہے۔ یہ مثنوی خودی اور بے خودی کے درمیان مکمل ہم آہنگی ہے۔رموز بے خودی کے پس منظر کی ترجمانی کرنے والے ایک مکتوب میں علامہ خودفرماتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی اثرات کے تحت ہیں۔ان کو عربی اسلام اور ان کے نصب العین اور غرض و غایت سے آشنائی نہیں۔ان کے لٹریری آئیڈیل بھی ایرانی ہیں اور سوشل نصب العین بھی ایرانی ۔میں چاہتا ہوں کہ اس مثنوی میں حقیقی اسلام کو بے نقاب کروں جس کی اشاعت رسول اللہ کے ذریعے ہوئی۔صوفی لوگوں نے اسے تصوف پرایک حملہ تصور کیا اور ان خیالات پر تنقید کی۔رموز بے خودی در اصل معترضین کے اعتراضات کا جواب ہے۔

پیام مشرق:

یہ علامہ اقبال کے فارسی کلام کا تیسرا مجموعہ ہے۔یہ مجموعہ انہوں نے جرمنی کے عظیم شاعر گوئٹے کے مغربی دیوان کے جواب میں لکھا تھا۔یہ پہلی بار۱۹۲۳ء میں شائع ہوا اوراس کا دیباچہ علامہ اقبال نے خو لکھا ہے۔یہ شعری مجوعہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔پہلے حصے کا نام "لالہ طور"ہے۔اس میں قطعہ نمارباعیات ہیں، جن میں لطف زبان کے ساتھ ساتھ خودی کے وجد آفریں رموز بھی ملتے ہیں۔ دوسرے حصے کا نام "افکار "ہے، جس میں دعا ،تسخیر فطرت ، ہلال عید ، بوئے گل ، نوائے وقت، فصل بہار، افکارانجم ،علم وعشق ،سرود انجم ، شاہین و ماہی شبنم، ساقی نامہ ،حکمت فرنگ ، جوئے آب ، ناد عالمگیر بہشت اورکشمیرکے علاوہ اور کئی چھوٹی چھوٹی نظمیں ہیں۔ان میں سے اکثر نظموں میں اقبال کا رنگین تخیل فارسی تغزل کے رنگوں کے پھول برساتا ہے۔تیسرے حصے کا نام " مئے باقی "ہے۔خواجہ حافظ کے رنگ میں نہایت پر جوش اور مستانہ انداز میں غزلیں کہی ہیں۔چوتھے حصے کا نام "نقش فرنگ" ہے۔اس میں مغرب کے بعض حکماء اور مشاہیر مثلا نطشے، برگساں، ہیگل، ٹالسٹائی اور بائرن وغیرہ پر شاعرانہ طرز میں

پر لطف نظمیں ہیں۔اس حصے میں چند نظموں کے نام پیام، جمیعت اقوام، فلفہ و سیاست، حکیم آئن سٹائن، بائرن، جلال و ہیگل، پیغام برگساں،میخانہ فرنگ، خرافات فرنگ، خطاب بہ انگلستان، آزادی بحر و غیرہ ہیں۔

زبور عجم:

علامہ اقبال کے چوتھے فارسی شعری مجموعے کا نام "زبور عجم" ہے۔یہ شعری مجموعہ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا۔یہ غزلیات کا مجموعہ ہے۔اس کے چار حصے ہیں۔پہلے حصے میں ۶۶ غزلیں ہیں۔اس کے بارے میں یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ یہ ایک طرح سے اقبال کے نغمے ہیں جس میں بظاہر رنگ تغزل بھی جھلکتا ہے اور یہ اقبال کے وجد آفریں اور پر جوش ترانے ہیں۔ان ترانوں کے ذریعہ گویا انہوں نے افسردہ دلانِ ہند کے قلب میں زندگی کی حرارت پیدا کرنی چاہی ہے۔دوسرے حصے میں ۷۵ نغمے یا غزلیں ہیں۔ اور پہلے حصے کی طرح جوش و مستی سے لبریز ہیں۔اس کے تیسرے حصے میں "گلشن راز جدید" جیسی مثنویاں ہے۔گلشن راز جدید در اصل سید محمود شبستری کی مشہور مثنوی گلشن راز کا جدید طرز میں جواب ہے۔جس میں اقبال نے نو سوالات قائم کر کے ان کا جواب دیا ہے اور مادرائیات کے بعض اہم مسائل کو علوم جدیدہ کی روشنی میں حل کر کے عملی دنیا پر اس کا اثر ظاہر کیا ہے۔علامہ اقبال کی طرف سے نو سوالوں کے جوابات فلسفیانہ موشگافیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔اس کے ساتھ ہی اس کا چوتھا حصہ ایک مثنوی " بندگی نامہ "ہے۔یہ مثنوی نہایت مختصر ہے اور اس میں شاعر مشرق نے غلاموں کے فنون لطیفہ مثلا موسیقی، مصوری اور مذہب پر منظوم بحث کی ہیں۔اور یہ تجزیہ پیش کیا ہے کہ غلاموں کے فنون لطیفہ میں زندگی کی روح نہیں پائی جاتی۔بندگی نامہ ایک لحاظ سے غلامی اور محکومیت کے خلاف ایک موثر آواز ہے۔

جاوید نامہ:

یہ علامہ اقبال کا پانچواں فارسی شعری مجموعہ ہے جو ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا۔یہ ان کی پسندیدہ سے متاثر ہو کر کتاب ہے۔یہ مجموعہ اٹلی کے مشہور و معروف شاعر دانتے کی کتاب " ڈیوائن کامیڈی"

لکھا گیا ہے۔اس میں سیر افلاک کے ذریعہ اپنا فلسفہ حیات، ملت اسلامیہ کے مسائل اور اپنا نقطہ نظر ڈرامائی انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔یہ سیاحت چھ ستاروں پر مشتمل ہے۔جاوید نامہ کی اشاعت پرسید سلیمان ندوی کے یہ الفاظ کافی اہمیت رکھتے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ " اس وقت تک فارسی ادب کی چار کتابوں جس میں شاہنامہ فردوسی ، دیوان حافظ ،مثنوی مولانا روم اور گلستان سعدی کو بقائے دوام حاصل تھی ، اب ان کی تعداد پانچ ہوگئی ہے۔اسی طرح مولانا عبدالسلام ندوی نے جاوید نامہ کے بارے میں کہا ہے کہ اسرار وحقائق معراج محمدیہ پر ایک کتاب لکھنے کا خیال ڈاکٹر صاحب کو ایک مدت سے تھا اور وہ گلشن راز جدید کی طرح علوم حاضرہ کی روشنی میں معراج کی شرح لکھ کر ایک قسم کا "معراج نامہ جدید" لکھنا چاہتے تھے۔لیکن اس اثنا میں اٹلی کے مشہور شاعر دانتے کی کتاب "ڈیوائن کامیڈی" پر بعض نئ اور اہم تنقیدات یورپ میں شائع ہو چکی تھی جس میں اس حقیقت کو پایہ ثبوت تک پہنچایا گیا تھا کہ ڈیوائن کامیڈی کے آسمانی ڈرامہ کا پلاٹ بلکہ اس کے بیشتر تفصیلی مناظر ان واقعات پر مبنی ہیں جو اسلام میں معراج محمد یہ کے متعلق بعض احادیث و روایات میں مذکور ہوئے یا بعد میں بعض مشہور متصوفین واد باء کی کتابوں میں درج ہوئے اس کے علاوہ بعض متصوفین مثلا شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی مشہور کتاب" فتوحات مکیہ" میں اور بعض ادباء مثلا ابولعلا معمری نے رسالہ الغفران میں خود اپنی سیاحت علوی اور مشاہدہ تجلیات کا ذکر کیا ہے۔جاوید نامہ کا مطالعہ کیا جائے تو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ علامہ اقبال نے ان تینوں کتابوں کو سامنے رکھ کر جاوید نامہ کا خاکہ تیار کیا ہے۔

پس چہ باید کرد اے اقوام شرق:

اقبال کا یہ چھٹا فاری مجموعہ ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔اس مجموعہ کے دو حصے ہیں۔"مسافر" دوسرا پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" "مسافر"اقبال کے سفر افغانستان کے مشاہدات و تاثرات پر مشتمل ہے۔اس مجموعہ کے بارے میں ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ علامہ اقبال علاج کے لیے بھوپال گئے ہوئے تھے۔انہوں نے وہاں سرسید احمد خان کو خواب میں دیکھا۔سرسید نے خواب میں انہیں فرمایا کہ اپنی علالت کا ذکر حضور رسالت مآب سے کیوں نہیں کرتے صبح اٹھتے ہی اقبال نے چند اشعار حضور کی بارگاہ

میں پیش کیے اس کے بعد برصغیر اور خارجی ممالک کے سیاسی اور اجتماعی حالات پر اپنے تاثرات بیان کرتے گئے۔"

ارمغان حجاز:

چوں کہ یہ مجموعہ اردو اور فارسی دونوں زبانوں پر مشتمل ہے اس لیے اس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

۶ نثری کارنامے اور ان کا مختصر تعارف

علامہ اقبال نے گرچہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کی ترجمانی اپنی تحریر میں کی ہے۔انہوں نے اردو اور فارسی میں شاعری کے علاوہ نثر میں بھی با قاعدہ بیش بہاسرمایہ چھوڑا ہے۔اقبال نے نثر میں با قاعدہ تین کتابیں بھی لکھی ہیں جب کہ ان کی پہلی با قاعدہ نثری تصنیف "علم الا قتصاد" ہے۔جواردو میں اقتصادیات پر پہلی تصنیف تسلیم کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ مضامین و مقالات بھی تحریر کیے ہیں اور ان کے خطوط کا بھی ایک خاصہ بڑا سرمایہ موجود ہے۔مجموعی طور پر یہ تمام تحریریں مطالعہ اقبال کے سلسلے میں بنیادی حیثیت کی حامل ہیں۔

ان کی نثر ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔اس میں بھی وہی سب موجود ہے جو ان کی شاعری میں ہے۔ان کے افکار و خیالات اور نظریات و تصورات ان کی نثر میں بھی پوری طرح واضح ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال کے عہد میں عالم اسلام کئی مسائل سے دوچار ہوا اس کے علاوہ مسلمانان ہند بھی کئی مسائل سے دو چار ہوئے۔قومی زندگی میں ابتلاء و آزمائش کے مختلف مراحل آئے۔وہ ان تمام واقعات کو مشاہدات کی صورت میں اپنے ذہن ہی میں نہیں بلکہ قلم سے بھی صفحہ قرطاس پر محفوظ کرتے چلے گئے ۔اس عرصے میں ان کی نثری تحریریں بالالتزام اور کہیں کہیں منتشر حالتوں میں ملتی ہیں۔ا تحریروں کو یکجا کیا جائے تو برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ مرتب ہو جاتی ہے، ان کی شاعری اور نثر دونوں کامطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہیں کہ انکی نثر میں بھی وہی خلوص گہرائی و گیرائی فکر وخیال کی ہم آہنگی اور استدلال کاوہی زور اور احساس کی وہی دردمندی پائی جاتی ہے، جوان کے اشعار کا طرہ امتیاز ہے۔اقبال نے اپنی شاعری سے دلوں کو گرمادیا لیکن اپنی نثر کے ذریعہ انہوں نے قوم مسائل کو ٹھنڈے دل سے

اور گہری نظر کے ساتھ سمجھنے اور متانت اور معقولیت کے ساتھ بیان کرنے کی ایک اعلی روایت قائم کی۔ ہمارے یہاں قومی مسائل سے حقیقت پسندی اور دردمندی کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کی روایت کا آغاز سرسید احمد خان اوران کے رفقا سے ہوتا ہے ان روایات کو جو اثرونفوذ ملاوہ ان کے ہاتھوں نصیب ہوا اس کی مثال بر صغیر ہند و پاک میں نہیں ملتی۔

الغرض اقبال کے تمام افکار و نظریات اوران کی تفصیل اور جزئیات ان کی نثر میں ہی ملتی ہے۔ چوں کہ نثر میں تحلیل و تجزیے کی نسبتاً زیادہ گنجائش ہوتی ہے اس لئے اقبال کا مفکرانہ انداز اور تجزیاتی مزاج ان کی نثر میں ہی اپنے آپ کو پوری طرح رونمائی کرتا ہے۔ان کی نثر شعر کی تفہیم میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔ اور ان کے افکار و شخصیت کے مخفی گوشوں کو جانچنے اور پرکھنے میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔

علامہ اقبال کی نثر میں موضوعات کا جو تنوع ہے فکر کی جو گہرائی ہے، خیال کی جو بلندی ہے اور اظہار کی جو جمال آفرینی ہے وہ اس کو خاصے کی حیثیت بنادیتی ہے۔لہٰذا اردو ادب کے طلبا کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اقبال کی نثری تصنیفات سے واقفیت حاصل کریں۔اس لیے ہم ان کے تمام نثری سرمایے کا ایک ایک کر کے مختصر جائزہ لیں گے۔

علم الاقتصاد:

علامہ اقبال کی پہلی باقاعدہ نثری کاوش " علم الاقتصاد" ہے۔جو اردو میں اقتصادیات کی دنیا میں پہلی تصنیف تصور کی جاتی ہے جو ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی۔اقبال ایم۔اے کرنے کے بعد ۱۳ مئی کو اورینٹل کالج لاہور میں عربک ریڈر مقرر ہوئے۔اس وقت اس کالج میں پروفیسر آرنلڈ پرنسپل تھے۔علامہ اقبال "علم الاقتصاد" کے دیباچے میں اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ اس کتاب کے لکھنے کی تحریک مجھے پروفیسر آرنلڈ نے ہی دی ہے۔ریڈر شپ کے فرائض منصبی میں تاریخ اور اقتصادیات کی تدریس کے علاوہ مختلف علوم وفنون کی بعض کتابوں کی تالیف اور ان کا ترجمہ بھی شامل تھا۔اس میں واکر کی تصنیف بھی نصاب میں شامل تھی ، جس کا اردو تلخیص اور ترجمہ اقبال نے کیا تھا۔اقبال ہر ہفتے گورنمنٹ کالج میں بی۔اے

اور ایم۔اے کے طلبا کو اس کا درس دیا کرتے تھے۔اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شروع ہی سے اقتصادیات کے موضوع پر اقبال کی گہری نظر تھی۔انہوں نے اپنی شاعری ، خطوط اور مضامین میں معاشی و اقتصادی مسائل کا تذکرہ وقتاً فوقتا کیاہے۔اس کتاب کا انتساب ڈبلیو بل اسکائر ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب کے نام ہے۔دیباچے میں اقبال نے جن شخصیات کا شکریہ ادا کیا ہے ان میں سے پروفیسر آرنلڈ ، لالہ جیارام اور علامہ شبلی نعمانی شامل ہیں۔کتاب کو علامہ شبلی جیسے عالم و فاضل شخص کی سند حاصل ہے۔

علم الاقتصاد پانچ حصوں اور بیس ابواب پر مشتمل ہے۔پہلے حصے میں علم الاقتصاد کی ماہیت اور اس کے طریقہ تحقیق کی تعریف کی گئی ہے۔باقی چار حصوں میں معاشیات کے چار بنیادی شعبوں سے تفصیلاً بحث کی گئی ہے۔اقبال نے ان موضوعات پر نہ صرف افکار و نظریات کو پیش کیا ہے بلکہ ان پر تنقید بھی کی ہے اور اپنی رائے بھی دی ہے۔یہ کتاب اقبال کے نظریہ اشتراکیت، مارکسیت اور سوشلزم جیسے تصورات کو بجھنے کا ایک ذریعہ ہے۔اس کتاب کے حوالے سے دیباچے کا یہ اقتباس بہت اہمیت رکھتا ہے۔

"یہ واضح کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب کسی خاص انگریزی کتاب کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ اس کے مضامین مختلف مشہور اور مستند کتب سے اخذ کیے گئے ہیں اور بعض جگہ میں نے اپنی ذاتی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔"

مضامین اقبال:

علامہ اقبال کی تصانیف کے علاوہ متعدد دیگر نثر پارے، دیباچے، تقاریظ ، مضامین یہ تمام نثری سرمایہ بھی ان کے فن کو سمجھنے میں ممد و معاون ہیں ، جس زمانے میں اقبال نے اپنی پہلی تصنیف" علم الاقتصاد "لکھنے کا آغاز کیا عین اس زمانے میں ان کا پہلا مضمون "بچوں کی تعلیم وتربیت" مخزن کے شمارے جنوری ۱۹۰۲ءمیں شائع ہوا۔اور یہ سلسلہ وقفہ وقفہ کے ساتھ ان کی آخری عمر تک جاری رہا۔ان تمام مضامین کو تصدق حسین تاج نے مرتب کر کے ۱۹۶۶ءمیں "مضامین اقبال" کے نام سے شائع کرایا۔اس میں اقبال کے چودہ

نثر پارے شامل ہیں ان میں سے نصف انگریزی مضامین کے اردو تراجم اور نصف اردو مضامین ہیں۔ اس کتاب میں شامل چند مضامین کے عنوانات اس طرح ہیں۔

۱۔ زبان اردو

۲۔ اردو زبان پنجاب میں

۳۔ قومی زندگی (یہ ایک فکری مضمون ہے)

۴۔ دیباچہ مثنوی اسرار خودی

۵۔ دیباچہ مثنوی رموز بے خودی

۶۔ دیباچہ پیام مشرق: فلسفہ سخت کوشی

۷۔ جناب رسالت مآب ﷺ کا ادبی تبصرہ

۸۔ ملت بیضاء پر عمرانی مسائل

۹۔ جغرافیائی حدود اور آسمان (مولانا محمد حسین کے جواب میں تحریر کیا تھا)

۱۰۔ ختم نبوت

تاریخ تصوف:

علامہ اقبال کو تصوف کے موضوع سے ابتدا ہی سے دلچسپی تھی۔ ان کے مکاتیب سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے تقریباً ۱۹۱۶ء میں تصوف پر ایک مبسوط تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔

نیاز الدین کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

"تصوف کی تاریخ لکھ رہا ہوں۔ دو باب لکھ چکا ہوں یعنی منصور بن حلاج تک چار باب اور ہوں گے۔۔۔"

۱۹۱۹ء میں اسلم جیراجپوری کے نام خط میں لکھتے ہیں کہ:

"میں نے ایک تاریخ تصوف کی لکھنی شروع کی تھی مگر افسوس کہ موقع نہ مل سکا اور ایک دو باب لکھ کر رہ گیا۔"

مقالات اقبال:

۱۹۶۳ء میں سید عبد الواحد معینی نے اقبال کے مضامین کو "مقالات اقبال" کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا۔اس میں مذکورہ بالا مضامین کے علاوہ چند اور مضامین کا اضافہ کیا گیا ہے۔

۱۔ Political thought in Islam جو لندن کے رسالے میں شائع ہوئے

۲۔ بین الاسلام ازم ۱۹۱۱ء

۳۔ ایک دلچسپ مکالمہ (یہ تصوف کے موضوع پر ہے)

۴۔ اسرار خودی اور تصوف ۱۹۱۶ء

۵۔ تصوف وجودیہ ۱۹۱۶ء

۶۔ محفل میلاد النبی ﷺ

۷۔ اسلام اور علوم جدید ۱۹۱۱ء

۸۔ علم ظاہر و باطن ۱۹۱۶ء

۹۔ اسلام اور تصوف ۱۹۱۷ء

۱۰۔ شریعت اسلام میں مرد اور عورت کا رتبہ ۱۹۲۸ء

۱۱۔ حکمائے اسلام کے عمیق مطالعے کی دعوت

۱۲۔ لسان العصر اکبر کے کلام میں ہیگل کا رنگ

۱۳۔ اسلام کا مطالعہ زمانہ حال کی روشنی میں ۱۹۲۳ء

انوار اقبال:

۱۹۶۷ء میں بشیر احمد ڈار نے "انوار اقبال" کے نام ان کے تقاریظ، خطوط، مضامین اور نادر کلام کا یہ نثری مجموعہ مرتب کیا اور اسے اقبال اکادمی نے شائع کیا۔اس کا پیش لفظ ممتاز حسن نے لکھا ہے۔اس مجموعہ نثر میں مضامین اپنی نوعیت کے اعتبار سے خاصے اہم ہیں۔یہ اقبالیات میں ایک گراں قدر اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۔ سودیشی تحریک اور مسلمان

۲۔ مذہب اور سیاست کا تعلق

اس کے علاوہ کئی اور مضامین بھی شامل ہیں۔

مکاتیب:

ماہرین اقبالیات کے مطابق علامہ اقبال کے مکاتیب کی تعداد ہزاروں پر مشتمل ہے۔ایسے خطوط کی تعداد زیادہ ہے جن میں اقبال نے تخلیقی کاوشوں اور اپنے شعری نصب العین پر اظہار خیال کیا ہے۔علامہ اقبال کے مکتوبات کے ذریعہ ان کے نظریہ فن کے متعلق بیش قیمت موادفراہم کیا جا سکتا ہے۔اسی طرح ان کی مربوط فکر بھی ان کے مختلف مکاتیب سے کافی حد تک کھل کر سامنے آتی ہے۔ انہوں نے نظر یہ خودی ، تصور زمان و مکان، عشق و عقل، تصوف، فقہ اسلامی وغیرہ جیسے موضوعات پر بیشتر مکتوبات ، ہم عصر مشاہیر اور اعلام کے نام وقتاً فوقتاً رقم کیے ہیں۔اقبال کی شاعری اور ان کے افکار و خیالات، نظریات و تصورات کے علاوہ ان کی شخصیت کا جو خاکہ ہمارے ذہنوں میں مرتب ہوتا ہے۔ اس میں ان کے مکتوبات کے مطالعہ سے رنگ بھرے جاسکتے ہیں۔اقبال نے جن ہم عصر علماء وشعرا کو خطوط لکھے ہیں۔ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

بر صغیر کے معروف عالم دین مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا شیخ قادر گرامی، خان نیاز الدین خان ،سید نذیر نیازی او را کبر الہ آبادی۔اس وقت تک اقبال کے اردو خطوط کے کئی مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔پروفیسر شیخ عطاء اللہ کا مرتب ۱۹۴۴ اور ۱۹۵۱ میں چھپا " مکاتیب اقبال " مرتبہ مظفر حسین برنی بزم اقبال لاہور نے شائع کیا " مکتوبات اقبال بنام نذیر نیازی "اقبال اکادمی کراچی نے ۱۹۵۷ میں شائع کیا "شاد اقبال "مرتب کردہ محی الدین قادری زور حیدر آباد دکن سے شائع کیا گیا۔

خطبات:

The Reconstruction of Religious Thought in Islam(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ)

یہ کتاب علمی دنیا میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔۱۹۲۸ء میں مدراس کے ایک علم دوست شخصیت سیٹھ جمال محمد کی دعوت پر علامہ اقبال نے علی گڑھ حیدر آباد اور مدراس میں اسلام کے آفاقی نظام پر خطبات دیے تھے۔یہ کتاب انہی کلیدی خطبات پر مشتمل ہے۔یہ اصل میں انگریزی زبان میں

The Reconstruction of Religious thought in islam کے نام سے آکسفورڈ پریس لندن ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔سید نذیر نیازی نے علامہ اقبال ہی کے مشورے پر اس کتاب کا ترجمہ "تشکیل جدید الہیات اسلامیہ" کے نام سے کیا۔مذکورہ کتاب کے سات خطبات مندرجہ ذیل ہیں۔جب علامہ اقبال تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے کی غرض سے لندن گئے تو وہاں۔ارسطالین سوسائٹی کی دعوت پر انہوں نے اس کتاب کا ساتواں خطبہ مذہب کی اہمیت وافادیت پر دیا۔

۱۔ علم اور مذہبی مشاہدات

۲۔ مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار

۳۔ ذات الٰہی کا تصور اور حقیقت دعا

۴۔ خودی، جبر وقدر اور حیات بعد الموت

۵۔ اسلامی ثقافت کی روح

۶۔ الاجتہاد فی الاسلام

۷۔ کیا مذہب کا امکان ہے؟

علامہ اقبال نے ان خطبات میں ان تمام جدید اسلامی فکر و مسائل پر بحث کی ہے، جو نہ صرف امت مسلمہ کی تہذیبی و سیاسی ضرورت ہے بلکہ تمام بنی نوع انسانیت کے درپیش مسائل کو حل کرنے کی کوشش بھی ہے۔اقبال اس کتاب کے دیباچے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"وقت کا تقاضا ہے کہ دین کے علم کو جدید حکیمانہ انداز فکر و نظر کے ساتھ پیش کیا جائے۔میں نے اس تقاضے کو ان خطبات میں ایک حد تک پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔میرا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا مذہبی فلسفہ اس انداز سے سامنے آجائے کہ دین و دانش اور مذہب و سائنس میں ہم آہنگی پیدا ہو جائے۔"

ان تمام خطبات کی نوعیت مکمل طور پر علمی اور فلسفیانہ ہے۔مطالعہ اقبال میں کوئی بھی قاری ان خطبات کی اہمیت کو ہرگز نظر انداز نہیں کر سکتا ہے۔آج یورپ، امریکہ ،روس، مشرقی وسطی اور برعظیم ہندو پاک کا شاید ہی کوئی عالم ہو جس نے اسلام ، مذاہب عالم اور جدید مسائل حیات میں گہری اور سچی دلچسپی کی خاطر ان سات خطبات کا مطالعہ نہ کیا ہو۔ علم اور روحانی تجربات، روحانی تجربات کا فلسفیانہ معیار، ذات واجب کا تصور اور حقیقت عادت انائے انسانی اور جبر واختیار، تمدن اسلامی کی روحیت، نظام اسلام میں روح حرکت اور اجتہاد جیسے موضوعات پر سیر حاصل بحث ہوئی ہے اور اقبال اس کتاب میں گویا ایک جدید اسلامی علم کلام کے بانی کی حیثیت سے پیش ہوئے ہیں اور عالم اسلام کے لیے اسلام پر غور و فکر کے دروازے کھول دیے ہیں۔

فلسفہ عجم اور ایران میں مابعد الطبیعات کا ارتقا:

اقبال کے پی ایچ۔ڈی کا مقالہ جو انہوں نے میونخ یونیورسٹی۱۹۰۸ء میں لکھا تھا۔اس کا اردو ترجمہ میر حسن الدین (بی اے ایل ایل بی) نے "فلسفہ عجم" کے نام سے کیا ہے۔یہ حیدر آباد دکن کی عثمانیہ یونیوسٹی کی طرف سے شائع ہوا تھا اور ایران میں بھی اس کا ایک ترجمہ ہوا ہے۔

اس کے ابواب کی تقسیم کچھ اس طرح ہے۔

۱۔ فلسفہ ایران قبل از اسلام

۲۔ یونانی محویت

۳۔ اسلام میں عقلیت کا عروج وزوال

۴۔ تصور اور حقیقت کے مابین تنازع

۵۔ تصوف

۶۔ ما بعد ایرانی فلسفہ وفکر

Stray Reflection:

یہ اقبال کی اپنی خود کی ڈائری ہے، جو انگریزی زبان میں ہے، جس میں انہوں نے اپنی زندگی کے مختلف تاثرات پیش کیے ہیں۔اس ڈائری کے مختلف اردو تراجم بھی منظر عام پر آچکے ہیں۔ جیسے:" شذرات فکر اقبال "از افتخار احمد صدیقی" بکھرے خیالات" از ڈاکٹر عبدالحق۔اقبال کے فلسفہ و شعر اور ان کے فکری اسالیب کی تفہیم کے لیے یہ ایک ناگزیر دستاویز ہے۔اس میں بتیس سال کے نوجوان شاعر کے مختلف النوع فکر پارے موجود ہیں۔اقبال کی زندگی کے مختلف مشاہدات و تجربات اس ڈائری میں جا بجاملتے ہیں۔ابتدائی فکری روایات کو آگے کی طرف رواں دواں بڑھنے کا فکر انگیز ثبوت اس یادداشت میں واضح طور پر موجود ہے۔اس یادداشت میں اقبال کی نجی زندگی کے خدو خال بھی نمایاں ہوئے ہیں۔اس ڈائری کا ایک خاص موضوع فن شعر اور اس کی غرض وغایت ہے۔یہ مضمون بوقلمونی، کثرت آرائی اور تنوع کے اعتبار سے ڈائری کا سب سے زیادہ اہم عنوان ہے۔اس سے مشرق و مغرب کے فنِ شعر، نقد و انتقاد او فن کاروں کے بارے میں اقبال کی گہری تنقیدی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔شاعری اور منطقی صداقت، زندگی بہ حیثیت تنقید شاعری، نظم کی مقبولیت، عرب شاعری، شاعر اور روح عالم، شاعری اور سیاست دان، ماہر نفسیات اور شاعر، شاعر بہ حیثیت انسان، فلسفہ اور شاعری کا اثر فن ہی غیر محدود ہے، ادبی تنقید و غیرہ موضوعات کی کثرت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ فن کاروں میں رومی، بیدل، ولیم ورڈس ورتھ، حافظ، گوئٹے، ہائنے، شیکسپیئر ملٹن، اوسکر وائلڈ، ہوریس، مانٹین، غالب اور آزاد کے فنی حسن اور فکری رجحانات کا تجزیہ ملتا ہے۔یہ ڈائری فن کے موضوع سے شروع ہوتی ہیں۔اس موضوع سے متعلق اقبال کی پوری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ فن انسانی تخلیق کا پاکیزہ ذریعہ اظہارہے، اس کا درجہ مقدس ومحترم ہے۔اس کے اعلی ترین مقاصد ہیں۔یہ جز و پیغمبری ہے۔صرف سامان تفریح یا ذریعہ انبساط نہیں۔یہ زندگی کے گونا گوں حقائق کی ترجمانی اور مقاصد آفرینی سے عبارت ہے۔اور معاشرہ کی فکری توانائی اس کے جذبہ واحساس اور تہذیبی اقدار کے لطیف

ترین تصورات کو جمالیاتی پیکر میں ڈھالنا اسکا دوسرا مقصد ہے۔فکر اقبال کے سیاق و سباق میں ان بکھرے خیالات کی گوناں گوں اہمیت کے پس منظر میں ہم ان کے فکری ارتقاء اس دور کے تصورات اور ان کے ماخذ سے بخوبی متعارف ہوتے ہیں۔اس میں چند موضوعات کچھ اس طرح ہیں۔

"Art, Human Intellect, The Existence of God, The Power of Belief, Metaphysics, Patriotism, The Dependence of Science on Metaphysics, Success in life, Democracy, God and the Devil, The Rebirth of Humanism."

۷ اعزازات

- ☆ ۱۹۰۸ءمیں میونخ یونیورسٹی لندن سے پی۔ایچ ڈی کی ڈگری۔
- ☆ ۱۹۲۳ءمیں سر کا خطاب۔
- ☆ ۱۹۲۹ءمیں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری دی۔
- ☆ ۱۹۳۳ءمیں پنجاب یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری عطا کی۔
- ☆ ۱۹۳۶ءمیں ڈھاکہ یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔
- ☆ ۱۹۳۷ءمیں الہ آباد یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری عطا کی۔
- ☆ ۱۹۳۸ءمیں عثمانیہ یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔

۸ اکتسابی نتائج

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ نے درج ذیل باتیں سیکھیں:

☆ علامہ اقبال کا اردو اور فارسی زبان ہی نہیں بلکہ دنیا کی کئی ترقی یافتہ زبانوں میں ممتاز اور اہم مقام ہے۔

☆ اقبال نے برصغیر کی فکری وفنی ، ادبی اور سیاسی تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور نئ جہتیں متعین کی ہیں۔

☆ اقبال کا علمی وادبی سرمایہ جو خطبات ، مضامین، تقاریر، بیانات ، خطوط اور شاعری کی لافانی کتب کی صورت میں ملتا ہے یہ بلاشبہ ایک امانت ہے۔

☆ اقبال نے اردو زبان کو بڑی بننے اور دنیا کے مہذب زبانوں میں کھڑی ہونے کے قابل بنایا۔

☆ اقبال کی نثر شعر کی تفہیم میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے اور ان کے افکار و شخصیت کے مخفی گوشوں کو جانچنے اور پرکھنے میں بھی مددگار ثابت ہوتی ہے۔

☆ اقبال نے اردو و فارسی شاعری کو فکر و فلسفہ کے فن کارانہ اظہار سے آشنا کیا۔

☆ اقبال نے انسانی زندگی کے بنیادی مسائل کو شعر کے سانچے میں ڈھال کر اردو و فارسی شاعری کو اپنی فکر سے بلند کیا ہے۔

☆ علامہ اقبال نے اپنے خطبات میں ان تمام جدید اسلامی فکر و مسائل پر بحث کی ہے، جو نہ صرف امت مسلمہ کی تہذیبی و سیاسی ضرورت ہے بلکہ تمام بنی نوع انسانیت کے درپیش مسائل کو حل کرنے کی کوشش بھی ہے۔

☆ اقبال کے پی۔ایچ ڈی کا مقالہ جو انہوں نے میونخ یونیورسٹی (۱۹۰۸ میں لکھا تھا۔اس کا اردو ترجمہ میرحسن الدین (بی اے ایل ایل بی) نے " فلسفہ عجم "کے نام سے کیا ہے۔یہ حیدر آباد دکن کی عثمانیہ یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہوا تھا۔

۹ کلیدی الفاظ

الفاظ		معنی
برگزیدہ	:	منتخب، چنا ہوا، مقبول، پسندیدہ
عدیم المثال	:	بے مثال، بے نظیر، لاجواب
وافر	:	بہت کثیر، وسیع
دسترس	:	رسائی پہنچ، قدرت، اختیار
لافانی	:	باقی رہنے والا، جو فنا نہ ہو، دائمی، ابدی
بحر بیکراں	:	وسیع و عریض سمندر، جس کا کنارہ نہ ہو
جامعیت	:	وسعت، ہمہ گیری
عالمگیریت	:	آفاقیت
حمیت	:	غیرت، عزت کا احساس
بصیرت	:	عقل، فہم، شعور
تلاطم	:	شدت سے موجوں کا اٹھنا اور آپس میں ٹکرانا، پانی کے تھپیڑے
قنوطیت	:	مایوسی، محرومی امید
تفہیم	:	علم میں آنا، سمجھ میں آنا
نوعیت	:	قسم، کیفیت
مشاہیر	:	مشہور اشخاص، بزرگ اور نامور لوگ
گہر آبدار	:	چمک دار موتی
نشاط آفریں	:	خوشی و شادمانی پیدا کرنے والا، خوش گوار
مبسوط	:	پھیلا ہوا، کشادہ

۱۰ تجویز کردہ اکتسابی مواد

۱۔	زندہ رود	ڈاکٹر جاوید اقبال
۲۔	کلیات مکاتیب اقبال	مرتب مظفر حسین برنی
۳۔	تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ	علامہ اقبال، مترجم: سید نذیر نیازی
۴۔	اقبالیات کے نقوش	مرتب ڈاکٹر سلیم اختر
۵۔	خطبات اقبال	مرتبہ رضیہ فرحت بانو
۶۔	مضامین اقبال	مرتب تصدق حسین تاج
۷۔	فکر اقبال	خلیفہ عبد الحکیم
۸۔	دانشور اقبال	آل احمد سرور
۹۔	اقبال اور اس کا عہد	جگن ناتھ آزاد
۱۰۔	افکار اقبال	محمد عبد السلام خان